Know Thy Enemy

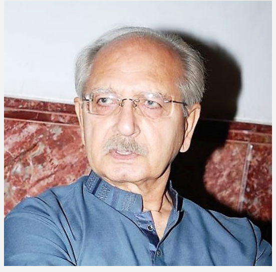

حیدرآباد، جوناگڑھ، اور کشمیر

حقیقتِ حال

محمد بشیر ہرل

دبستانِ اقبال فیصل آباد کے یومِ آزادی اجلاس میں ۱۲ اگست ۲۰۱۶ء کو پڑھا گیا

حضراتِ محترم! آج قیامِ پاکستان کی ۶۹ ویں سالگرہ منا رہے ہیں اور کشمیر میں آج بھی خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے، پٹھانکوٹ پر تباہ کن حملے کا ملبہ ہم پر ڈالا جا رہا ہے اور ہم کوئٹہ میں ۱۰۰ زخمیوں کے ساتھ ساتھ ۷۰ لاشیں اٹھا رہے ہیں۔ قائدِ اعظم کے قانون پسند اور جمہوریت پسند دماغ نے جو آئینی تقسیم قبول کی تھی، انتہا پسند ہندوؤں نے اس پر روزِ اول سے ہی صحیح عمل نہ ہونے دیا۔ تقسیمِ ہند کا اصول یہ طے ہوا تھا کہ مسلم اکثریت والے علاقے پاکستان میں اور ہندو اکثریت والے علاقے ہندوستان میں شامل ہوں گے البتہ خودمختار ریاستوں کو ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ الحاق کا اختیار ہوگا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ تک حیدرآباد، جوناگڑھ، اور کشمیر نے ابھی کسی کے ساتھ الحاق کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ یہ تینوں ریاستیں آزاد اور خودمختار تھیں۔ حیدرآباد میں اور جوناگڑھ میں آبادی کی اکثریت ہندو لیکن حکمران مسلمان تھے جبکہ کشمیر میں اکثریت مسلمان اور حکمران ہندو تھا۔ لیکن ان تینوں ریاستوں پر بھارت نے جارحانہ قبضہ کر لیا۔ میں مختصراً اس کا احوال عرض کرتا ہوں۔

پہلے برٹش انڈیا کے نقشے پر ان تینوں ریاستوں کا محلِ وقوع ملاحظہ فرمائیں:

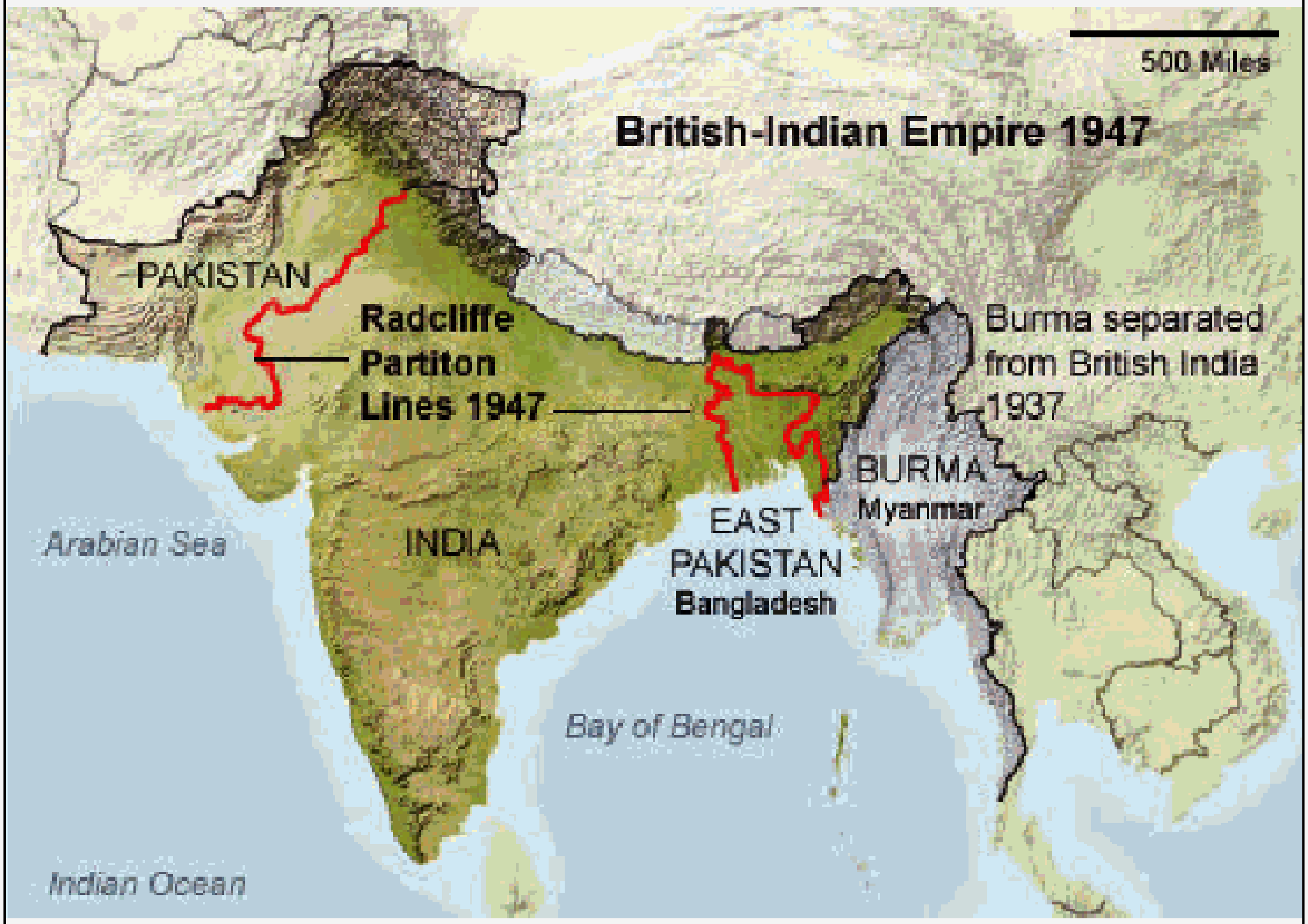

اب میں الگ الگ ان کا ذکر کروں گا۔

ریاست جوناگڑھ (مقبوضہ ۷ نومبر ۱۹۴۷ء)

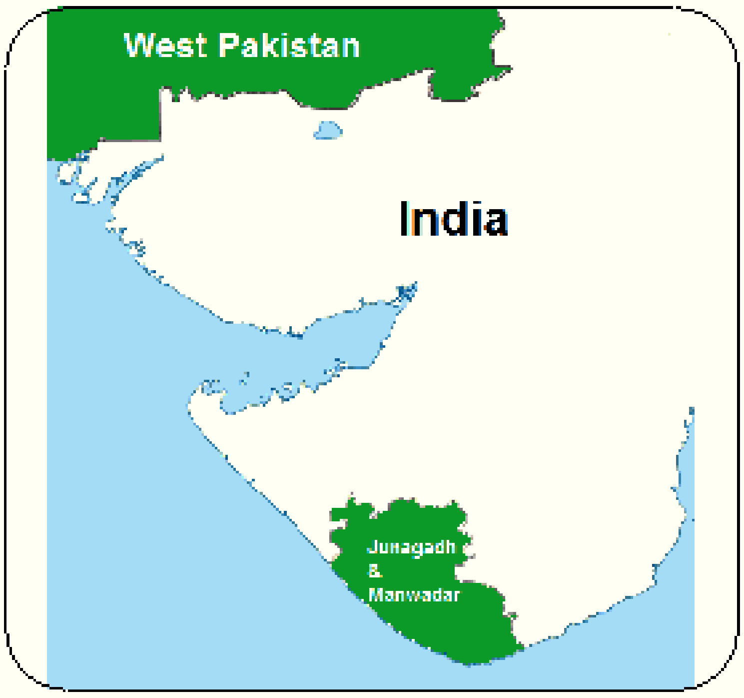

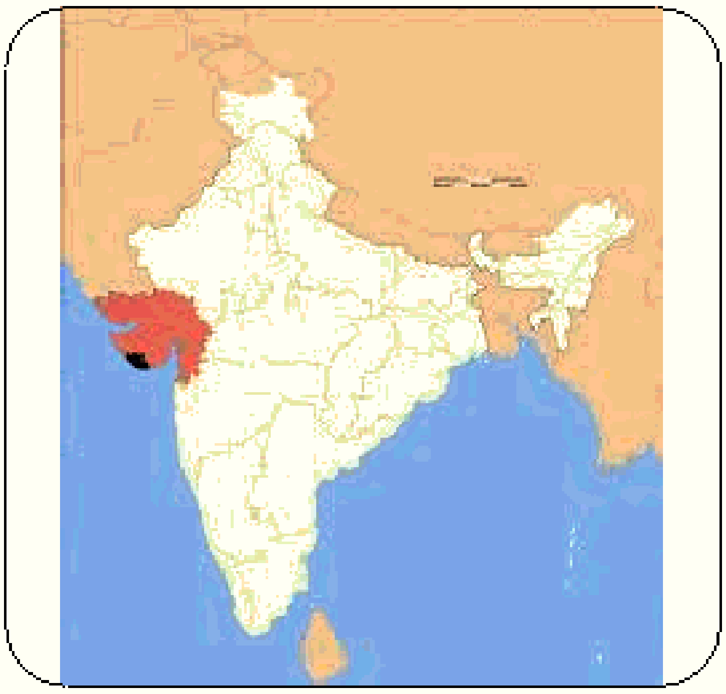

کراچی سے ۳۰۰ میل نیچے ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر ۳۳۷ ۲ مربع میل رقبہ پر ایک چھوٹی اور آزاد ریاست تھی جس کا حکمران مسلمان تھا لیکن ۷ لاکھ آبادی کی اکثریت ہندو تھی ۔اعلانِ آزادی کے فوراً بعد جوناگڑھ اور ریاست مناودر نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرلیا ۔ان کا خیال تھا کہ ہم بنگال سے بھی زیادہ آسانی کے ساتھ مغربی پاکستان کے ساتھ سمندری راستہ سے تعلق قائم رکھ سکیں گے ۔۵ ستمبر ۱۹۴۷ تک قائداعظم نے ان دونوں ریاستوں کی الحاق کی درخواست کا جواب ابھی نہیں دیا تھا ۔اس کی خبر بھارت کو ہوگئی تو اُن کے گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو یہ تار بھجوایا: "Such acceptance of accession by Pakistan cannot but be regarded by Government of India as encroachment on India's sovereignty & territory, and inconsistent with friendly relations that should exist between the two dominions. This action is in utter violation of principals on which partition was agreed & effected"

تقسیم کا فارمولا یہ تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقوں کو غیر مسلم اکثریت کے علاقوں سے الگ کرکے دو خودمختار ممالک بنادیے جائیں ۔دلیل دی گئی کہ چونکہ جوناگڑھ میں ہندو اکثریت ہے اس لیے اس کا الحاق پاکستان کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے ۔بظاہر پاکستان کو ایسے مباحث میں الجھا کر رکھا گیا، ستمبر اور اکتوبر ۱۹۴۷ کے دوران ہندو پاک حکومتوں کے مابین اس مسئلہ پر مذاکرات چلتے رہے، حتیٰ کہ وزیرِاعظم پاکستان نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ کو ہندوستان کے وزیرِاعظم کو رائے شماری کے انتظامات طے کرنے کے لئے باضابطہ دعوت دے دی لیکن ہندوستان کے عزائم دوسرے ہی تھے ۔حکومتِ ہند کا اصرار تھا کہ جوناگڑھ کے الحاق کے سوال پر رائے شماری صرف ہندوستان اور جوناگڑھ کی مشترکہ نگرانی میں ہو اور اس میں پاکستان فریق نہ ہو ۔اسی دوران بھارت نے ایک نئی فوج کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورس کے نام سے بنائی اور ریاست کاٹھیاواڑ کی فوج کے ساتھ اپنی یہ فوج ملا کر جوناگڑھ کا محاصرہ کرلیا، ریاست کی معاشی ناکہ بندی کردی، اور ہندوستان کے ساتھ ریلوے رابطہ کاٹ دیا گیا ۔نتیجہ کے طور پر ریلویز اور بندرگاہ سے ہونے والی آمدنی بند ہوگئی اور خوراک کا قحط پڑ گیا ۔بمبئی میں جوناگڑھ کی ایک صوبائی حکومت قائم کرکے گاندھی کے بھتیجے شامل داس گاندھی کو اس کا صدر نامزد کردیا گیا اور اس حکومت کا صدر مقام بمبئی کی بجائے جوناگڑھ کی سرحد کے ساتھ راج کوٹ کے مقام پر بنادیا گیا، رضاکار بھرتی کرکے جوناگڑھ پر حملے جاری کردیے گئے ۔ محاصرہ اور حملوں سے کتوبر ۱۹۴۷ کے آخر تک حالات ایسے ہوگئے کہ نواب جوناگڑھ، دیوان صاحب کو اپنے خاندان سمیت کراچی آجانا پڑا ۔ہندوستان، جوناگڑھ کی چھوٹی سی ہمسایہ ریاست مناودر پر پہلے ہی قبضہ کرچکا تھا ۔۷ نومبر کو بکتر بند گاڑیوں اور اور جدید اسلحہ سے مسلح ۲۰ ہزار فوجی جوناگڑھ میں بھی داخل کردیے گئے ۔پاکستان کی افواج ابھی زیرِ تشکیل تھیں اور مہاجروں کو بسانے سنبھالنے کا بوجھ بھی اسی مختصر فوج پر تھا، اس لئے جوناگڑھ کا فوجی دفاع کرنا پاکستان کے لئے ممکن نہیں تھا ۔حکومتِ پاکستان کو حکومتِ ہند کی طرف سے ایک ٹیلیگرام موصول ہوگیا جس میں کہا گیا تھا کہ "بدامنی اور افراتفری سے بچنے کے لیے حکومتِ ہند نے دیوان صاحب کی درخواست پر ریاست جوناگڑھ کا کنٹرول سنبھال لیا ہے"۔ حکومتِ پاکستان نے جوابی ٹیلیگرام میں ہندوستان کے اقدام کو ناجائز قرار دے کر تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں اس جارحیت کے خلاف درخواست دائر کردی، جو اَب تک سماعت کی منتظر ہے ۔

ریاست حیدرآباد دکن

مقبوضہ ۱۷ستمبر ۱۹۴۸ء

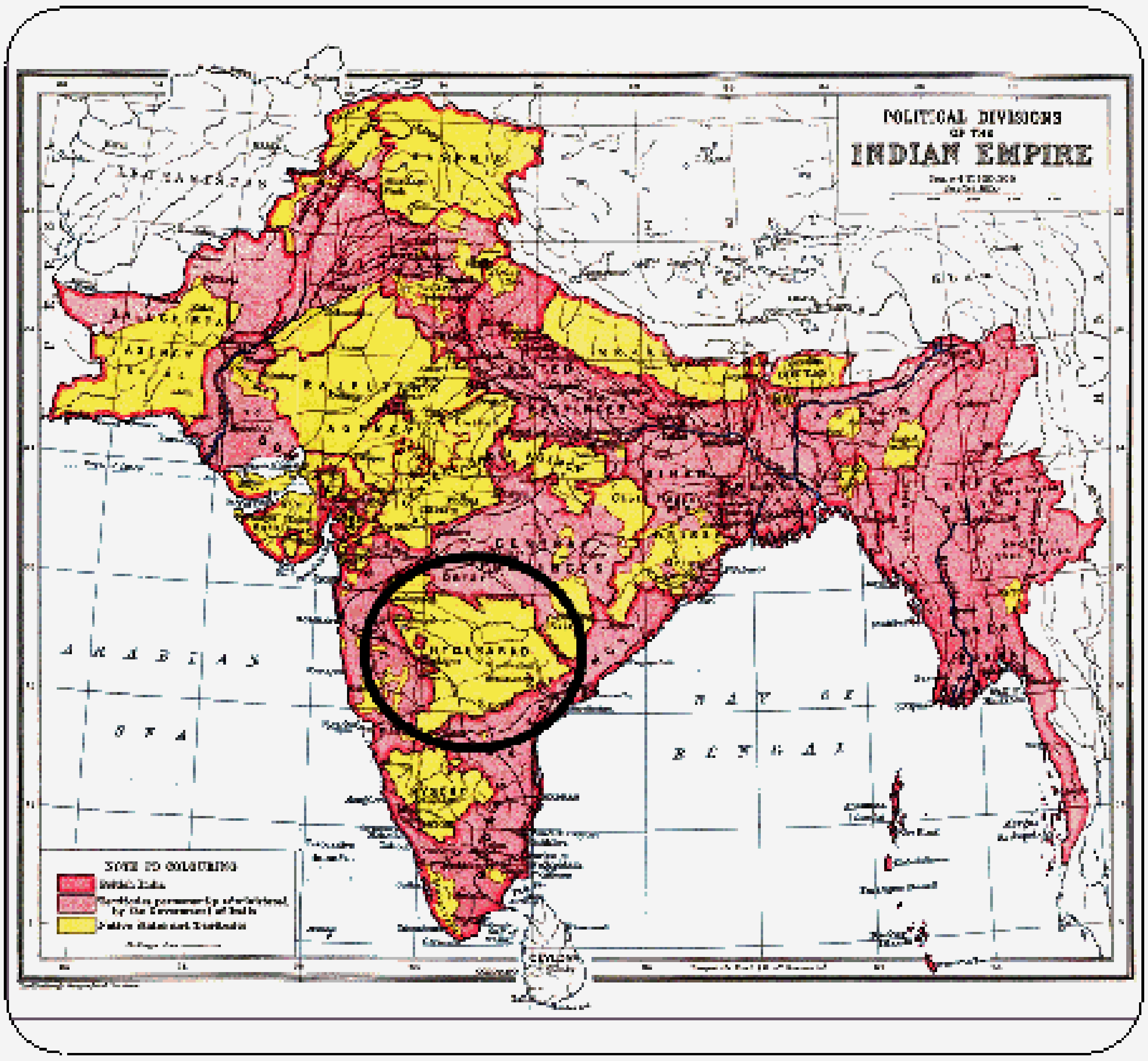

۸۲ ہزار مربع میل رقبہ پر مشتمل یہ امیر کبیر ریاست ہندوستان بھر میں اہم ترین تھی ۔آبادی ایک کروڑ ۶۰ لاکھ تھی، اُس وقت سالانہ آمدن ۲۶ کروڑ تھی ۔اپنا سکہ اور ڈاک ٹکٹ چلتے تھے ۔آبادی کی اکثریت ہندو تھی لیکن حکمران یعنی نظامِ حیدرآباد مسلمان تھا جن کا خاندان اٹھارہویں صدی کے شروع سے حکمران چلا آتا تھا ۔اپنے سائز، آبادی، تاریخ اور وسائل کی بناء پر حیدرآباد الگ ملک کی حیثیت چاہتا تھا ۔چنانچہ ۳ جون ۱۹۴۷ کے اعلانِ آزادی پر نظام حیدرآباد نے اعلان کیا کہ وہ دونوں میں سے کسی ملک کے ساتھ بھی الحاق نہیں کریں گے، اور ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ کو وائسرائے سے مذاکرات کے لئے ایک وفد بھجوایا ۔ماؤنٹ بیٹن نے خودمختاری تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ہندوستان سے الحاق پر زور دیا ۔یہ بات نظام کو منظور نہ تھی ۔نظام نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا اشارہ دیا تو ماؤنٹ بیٹن نے جواب دیا کہ یہ قانونی طور پر آپکا حق تو ہے لیکن جغرافیائی طور پر ممکن نہیں کیونکہ ریاست چاروں طرف سے ہندوستان سے گھری ہوئی ہے ۔اس طرح ۱۵ اگست تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا ۔بعد میں ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ کو حیدرآباد اور ہندوستان میں ایک عارضی معاہدہ ہو گیا، لیکن اس معاہدہ کی فوراً ہی خلاف ورزی کر دی، وہ اس طرح کہ نظام حیدرآباد نے ہندوستانی تمسکات کی شکل میں پاکستان کو ۲۰ کروڑ روپے قرض کا جو اعلان کیا تھا وہ ہندوستان نے پاکستان کو دینے سے انکار کر دیا ۔حیدرآباد پر ہر طرح کا دباؤ استعمال کیا گیا، دھمکیاں دی گئیں اور معاشی ناکہ بندی کر دی گئی، فوجی تیاریاں شروع کر دی گئیں اور سرحد پر چھیڑ چھاڑ شروع کروا دی گئیں ۔۲۶ اپریل ۱۹۴۸ کو نہرو نے ایک بیان دیا کہ اگر حیدرآباد کے عوام کے تحفظ کے لئے ضروری ہوا تو حکومت ہند مداخلت کرے گی ۔نہرو نے کہا کہ نظام کی حکومت لیٹروں پر مشتمل ہے، حکام تبدیل کیے جائیں ۔۳۰ جولائی ۱۹۴۸ء کو چرچل نے پارلیمنٹ میں نہرو کے ایک بیان کا حوالہ دیا جس میں نہرو نے دھمکی دی تھی کہ جب بھی مناسب سمجھیں گے ہم حیدرآباد پر فوجی چڑھائی کر دیں گے ۔چرچل نے طنزاً کہا کہ ایسے الفاظ تو آسٹریا پر حملہ کرنے سے پہلے ہٹلر کو استعمال کرنے چاہئیں تھے ۔ ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء کو ریاست حیدرآباد نے سیکورٹی کونسل میں ہندوستان کے خلاف شکایت داخل کر دی لیکن سلامتی کونسل میں سماعت سے پیشتر ہی، ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ کو، (قائداعظم کی وفات کے دو دن بعد) بھارت نے ریاست حیدرآباد پر بھرپور حملہ کر دیا، اور ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ کو ریاست پر مکمل فوجی قبضہ کر لیا ۔سلامتی کونسل میں ریاست حیدرآباد کی درخواست آج بھی سماعت کی منتظر ہے ---

ریاست جموں وکشمیر

مقبوضہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ریاست جموں وکشمیر برصغیر کے شمال مغربی حصہ میں 84,471 مربع میل پر وسیع ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے۔یعنی حیدرآباد اور جونا گڑھ کے مجموعی رقبہ کے تقریباً برابر۔اس کی سرحدیں تبت، چین، افغانستان، اور واخان کی پٹی سے پار، روس سے ملحق ہیں۔پہاڑی سرزمین ہونے کی وجہ سے آبادی گنجان نہ تھی اور ۱۹۴۱ کی مردم شماری کے مطابق ۴۰ لاکھ تھی جن میں سے ۹۳ فیصد مسلمان تھے۔البتہ جنوبی حصہ جموں میں مسلمان ۶۱ فیصد۔جغرافیائی طور پر کشمیر مغربی پاکستان کے میدانوں کا پہاڑی تسلسل ہے، سندھ جہلم اور چناب تین بڑے دریاؤں کا منبع کشمیر میں ہے، ریل اور سڑک کے سارے رابطے پاکستان کے ساتھ تھے، لکڑی ان دریاؤں کے راستے ہی پاکستان بجھوائی جاتی جو کشمیر کی معیشت ہے۔کشمیر کے مسلمانوں کا پاکستان کے ساتھ فطری ثقافتی اور مذہبی رشتہ ہے۔اس طرح جغرافیائی، معاشی ثقافتی اور مذہبی حوالوں سے کشمیر پاکستان ہی کا قدرتی حصہ ہے۔

۱۸۴۶ء میں ایک معاہدہ کے تحت انگریزوں نے ریاست جموں کشمیر ایک زمیندار گلاب سنگھ کو ۷۵ لاکھ میں بیچ دی تھی مہاراجہ اور اس کے ڈوگرہ قبیلہ نے ایک سو سال تک ریاست پر جابرانہ حکومت قائم رکھی۔جب تقسیم ہند کا فارمولا طے ہو رہا تھا تو کانگری رہنماؤں نے صوبہ سرحد اور کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کی بہت کوشش کی۔شیخ عبداللہ اور سرحدی گاندھی عبدالغفار خان ان کے ہمنوا تھے، لیکن صوبہ سرحد کے ساتھ زمینی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے انھیں کامیابی نہ ہوئی۔صوبہ سرحد اور ہندوستان کے درمیان کشمیر کے علاوہ اور کوئی زمینی راستہ نہ تھا، چنانچہ کشمیر میں ہندوستانی قبضہ پاکستان کے لئے مستقل دفاعی خطرہ ہوتا۔اسی طرح پاکستان کو سیراب کرنے والے سارے دریا ہندوستانی قبضہ میں چلے جاتے۔بھارت کا کشمیر کے ساتھ زمینی رابطہ بھی صرف ضلع گورداسپور میں پٹھان کوٹ کے راستہ ہی تھا۔واحد دوسرا راستہ ہماچل پردیش کے دشوار گزار پہاڑوں میں سے تھا جن پر سڑکیں بھی نہیں بنی تھیں۔ چنانچہ کانگری لیڈروں نے اندرونِ خانہ مونٹ بیٹن کے ساتھ کشمیر کے لئے راستہ کا معاملہ طے کر لیا۔لیکن باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ سے قبل یہ بات ظاہر نہ ہونے دی۔شاید یہی وجہ تھی کہ ریڈ کلف ایوارڈ میں سوائے تحصیل شکر گڑھ کے، گورداسپور کا پورا ضلع ہندوستان کو دیدیا گیا۔چوہدری محمد علی کے بقول بھارت اس وقت تک کشمیر کے بارے میں اپنے عزائم ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک حیدرآباد کا الحاق نہ ہو جائے۔کیونکہ اگر مسلم اکثریت کی ریاست کا ہندو حکمران ہندوستان کے ساتھ الحاق کرتا ہے تو ہندو اکثریت کا مسلمان حکمران ریاست حیدرآباد کے پاکستان کے الحاق کا اعلان کردے۔اور ریاست حیدرآباد ہندوستان کے لیے اتنی ہی اہم تھی جتنی ریاست کشمیر پاکستان کے لیے۔چنانچہ کانگرس نے

منصوبہ بنایا کہ مہاراجہ کے ساتھ الحاق کا خفیہ معاہدہ کرلیا جائے لیکن حیدرآباد پر قابو پا لینے تک اس کا اعلان نہ کیا جائے ۔ جب دونوں حکومتوں کے درمیان کشمیر کے بارے میں چوہے بلی کا کھیل جاری تھا اسی دوران ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ کو شیخ عبداللہ نے ایک پریس کانفرنس میں یہ الفاظ کہے "ریاستِ کشمیر کا محلِ وقوع ایسا ہے کہ اگر یہ ہندوستان کے ساتھ الحاق کرلے تو پاکستان پوری طرح گھیرے میں آجائے گا" ۔اس طرح کشمیر پر قابو پا کر بھارت پاکستان پر بھی قابو پا سکتا تھا۔اتفاق دیکھیے کہ اسی دن ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ کو ہی ہزاروں قبائلیوں کا لشکر کشمیری مسلمانوں کی مدد کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر روانہ ہو چکا ہے ۔۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ کو دریائے جہلم عبور کرتے ہی قبائلی لشکر نے مہاراجہ کے فوجیوں کو مغلوب کرلیا اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء تک ریاست کے دارالحکومت سری نگر کی حدود تک پہنچ گئے ۔

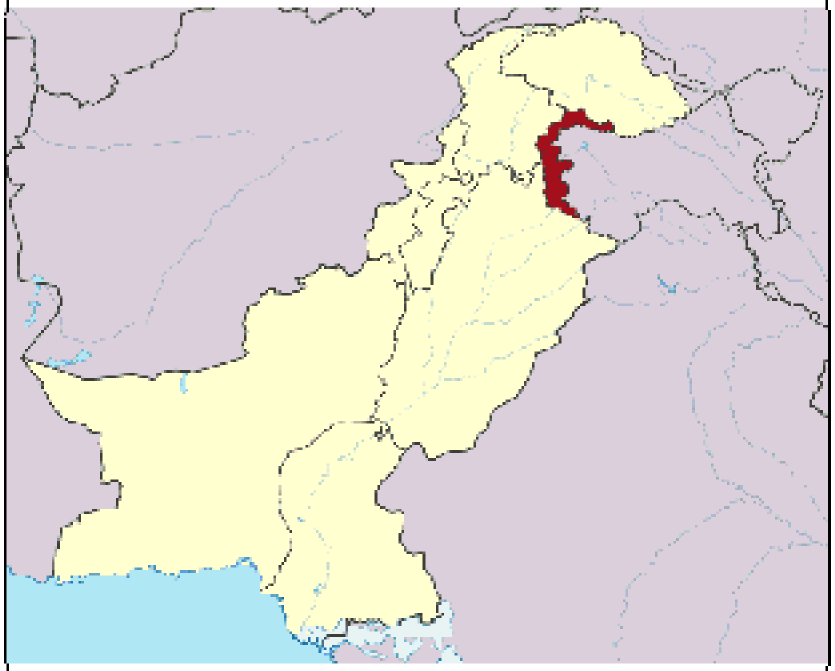

۲۵ اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ کی درمیانی شب مہاراجہ سری نگر سے فرار ہو کر اپنے خاندان سمیت جموں چلا گیا ۔لشکر اگر منظم ہوتا،منصوبہ بندی ہوتی اور لشکر لوٹ مار میں لگ جانے کی بجائے سری نگر میں داخل ہو جاتا تو ۲۶ اکتوبر کو قبضہ یقینی تھا کیونکہ محل خالی تھا۔مہاراجہ کے ساتھ تو کانگرس کا معاملہ پہلے سے طے شدہ تھا،حملہ کی خبر سنتے ہی بھارت نے وی پی مینن کو بذریعہ ہوائی جہاز کشمیر بھجوا کر الحاق پر مہاراجہ کے دستخط لئے اور فوراً ایئر فورس کے ذریعے اسلحہ اور اپنی فوج سری نگر میں داخل کرنا شروع کر دی،جس نے قبائلی لشکر کو سری نگر کے باہر ہی روک کر پیچھے دھکیل دیا۔بھارت خود مسئلہ کو اقوامِ متحدہ میں لے گیا جہاں سلامتی کونسل نے رائے شماری کی شرط کے ساتھ جنگ بندی کا حکم جاری کر دیا۔یہ رائے شماری آج تک نہیں ہو سکی۔ہندوستان ہمارے دریاؤں پر ڈیم پہ ڈیم بناتا اور ہمارے لئے پانی کا بحران پیدا کرتا چلا جا رہا ہے ۔اور کشمیریوں کا خون آج ۲۰۱۶ میں بھی بہہ رہا ہے۔

آپ کی توجہ کے لیے بہت شکریہ محترم سامعینِ کرام ۔والسلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔

محمد بشیر ہرل ۱۲ اگست ۲۰۱۶ء

0333-6517766

****